REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO R.N61/57

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

جلد ۴۴ — شمارہ ۲۳ — POSTAL REGISTRATION NO P/GDP-23

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر: منیر احمد خادم
نائبین: قریشی محمد فضل اللہ، محمد نسیم خان

شرح چندہ: سالانہ ۱۰۰ روپے
بیرونی ممالک: بذریعہ ہوائی ڈاک ۲۰ پاؤنڈ یا ۳۰ ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک ۵ پاؤنڈ یا ۸ ڈالر امریکن

ہفت روزہ بدر قادیان ۔ ۱۴۳۵۱۶

THE WEEKLY BADR QADIAN-143516

۸ محرم ۱۴۱۶ ہجری ۔ ۸ احسان ۱۳۷۴ ہش ۔ ۸ جون ۱۹۹۵ء

اخبارِ احمدیہ

۲۸ جون (ایم۔ٹی۔اے) سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ ان دنوں یورپ کے بعض ممالک کے دورہ پر ہیں۔ احباب جماعت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و سلامتی درازی عمر اور مقاصد عالیہ میں فائزالمرامی اور خصوصی حفاظت کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

دوسروں کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنا اور بے جا طور پر مال اکٹھا کرنا

۔اور۔

اسباب پر ہی گرے رہنا بری بات ہے

ملفوظات سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام

"شیخ سعدی لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ کو نادرا کی بیماری تھی۔ اس نے کہا کہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ کریم مجھے شفا بخشے تو میں نے جواب دیا کہ آپ کے جیل خانہ میں ہزاروں بے گناہ قیدی ہوں گے ان کی بددعاؤں کے مقابلہ میں میری دعا کب سنی جا سکتی ہے۔ تب اس نے قیدیوں کو رہا کر دیا اور پھر وہ تندرست ہو گیا۔ غرض خدا کے بندوں پر اگر رحم کیا جاوے تو خدا بھی رحم کرتا ہے۔ جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں ان پر اللہ اور اس کے رسول کو بھی رحم آجاتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ بداخلاقی سے پیش آنا اور بے جا طور پر مال اکٹھا کرنا اور اسباب پر ہی گرے رہنا بہت بری بات ہے۔"

فرمایا" گو اعادہ کلام کا ہوتا ہے مگر چونکہ غفلت لگی ہوئی ہے۔ ایک طرف وعظ و نصیحت سنی جاتی ہے اور دل میں تقویٰ حاصل کرنے کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے مگر پھر غفلت ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کو یہ بات بہت ہی یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی حالت میں نہ بھلایا جاوے۔ ہر وقت اسی سے مدد مانگتے رہنا چاہیئے اس کے بغیر انسان کچھ چیز نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ وہ ایک دم میں فنا کر سکتا ہے۔ طرح طرح کے دکھ اور مصیبتیں موجود ہیں۔ بے خوف اور نڈر ہونے کا مقام نہیں۔ اس دنیا میں بھی جہنم ہو سکتا ہے اور بڑے بڑے مصائب آ سکتے ہیں۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی کسی کی مصیبت میں کام نہیں آ سکتا اور کوئی شریک ہمدردی نہیں کر سکتا جب تک خدا خود دستگیری نہ کرے اور اپنے فضل سے آپ اس مصیبت کو دور نہ کرے۔ اسی واسطے ہر ایک کو چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ علاقہ رکھے۔

جو شخص جرات کے ساتھ گناہ، فسق و فجور اور معصیت میں مبتلا ہوتا ہے وہ خطرناک حالت میں ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا عذاب اسکی تاک میں ہوتا ہے اگر بار بار اللہ کریم کا رحم چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور وہ سب باتیں جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہیں چھوڑ دو جب تک خوف الٰہی کی حالت نہ ہو تب تک حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا۔ کوشش کرو کہ متقی بن جاؤ جب وہ لوگ ہلاک ہونے لگتے ہیں جو تقویٰ اختیار نہیں کرتے تب وہ لوگ بچا لئے جاتے ہیں۔ جو متقی ہوتے ہیں ایسے وقت ان کی نافرمانی انہیں ہلاک کر دیتی ہے اور ان کا تقویٰ انہیں بچا لیتا ہے۔ انسان اپنی چالاکیوں شرارتوں اور غداریوں کے ساتھ اگر بچنا چاہے تو ہرگز نہیں بچ سکتا۔ کوئی انسان بھی نہ اپنی جان کی حفاظت کر سکتا ہے نہ مال و اولاد کی حفاظت کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور کامیابی حاصل کر سکتا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوشیدہ طور پر ضرور تعلق رکھنا چاہیئے۔ اور پھر اس تعلق کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ عقلمند انسان وہی ہے جو اس تعلق کو محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو اس تعلق کو محفوظ نہیں رکھتا وہ بے وقوف ہے جو اپنی چترائی پر نازاں ہے وہ ہلاک کیا جائیگا۔ اور کبھی بامراد اور کامیاب نہیں ہوگا۔ دیکھو یہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں نظر آرہا ہے اتنا بڑا کارخانہ کیا یہ خدا تعالیٰ کے پوشیدہ ہاتھ کے سوا چل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں

یاد رکھو جو امن کی حالت میں ڈرتا ہے وہ خوف کی حالت میں بچایا جاتا ہے اور جو خوف کی حالت میں ڈرتا ہے تو وہ کوئی خوبی کی بات نہیں۔ ایسے موقعہ پر تو کافر مشرک بے دین بھی ڈرا کرتے ہیں فرعون نے بھی ایسے موقعہ پر ڈر کر کہا تھا: "آمنت انہ لا الٰہ الا الذی آمنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین" (یونس: ۹۱) اس سے صرف اتنا فائدہ اسے ہوا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرا بدن تو ہم بچا لیں گے۔ مگر تیری جان کو اب نہیں بچائیں گے ..... غرض جب گناہ اور معصیت کیطرف انسان ترقی کرتا ہے تو پھر "لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون" (الاعراف: ۳۵) والا معاملہ ہوتا ہے جب اجل کی بلا آجاتی ہے پھر آگے پیچھے نہیں ہوا کرتی۔ انسان کو چاہیئے کہ پہلے ہی سے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھے۔" (ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰)

منیر احمد حافظ آبادی (ایم۔اے) پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر۔ نگران بورڈ بدر قادیان

لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ محمّد رّسول اللّٰہ
ہفت روزہ بدر، قادیان
مورخہ ۸ر احسان ۱۳۷۴ ہش

اُف! یہ جہالت

"پندرہ روزہ انڈیا ٹوڈے" نئی دہلی ۳۱ رمئی ۱۹۹۵ء میں شائع شدہ ایک رپورٹ کے مطابق ان دنوں ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ یافتہ ایک شاعر محمد علوی کو کٹر مولویوں نے دائرہ اسلام سے خارج کر کے طرح طرح کی دھمکیاں دینی شروع کی ہوئی ہیں جن سے خوفزدہ ہو کر احمد آباد کے محمد علوی بمبئی چلے گئے ہیں اور تاحال بچوں سمیت وہیں مقیم ہیں۔

محمد علوی کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے سترہ سال قبل شائع شدہ اپنے غزلوں کے مجموعہ "چوتھا آسمان" کی ایک غزل میں اس دنیا کی موجودہ ظلمت و گمراہی کا ذکر کر کے اللہ سے درخواست کی ہے کہ ؎

اگر تجھ کو فرصت نہیں تو نہ آ — مگر ایک اچھا نبی بھیج دے
بہت نیک... بندے ہیں اب بھی ترے — کسی پہ تو یارب وحی بھیج دے
قیامت کا دن کھو نہ جائے کہیں — یہ اچھی گھڑی ہے ابھی بھیج دے

(بحوالہ ٹائمز آف انڈیا ۱۲ر مئی ۱۹۹۵ء)

اس پر دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد کے مفتی شبیر احمد صدیقی نے محمد علوی کو کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے مفتی کا یہ فتویٰ باقاعدہ دارالعلوم کے رسالے میں شائع ہوا ہے۔ حالانکہ محمد علوی نے اپنی اس کتاب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعت بھی لکھی ہے۔

ایک مسلمان شاعر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو تسلیم کرتا ہے اور آپ کو آخری و مکمل نبی مانتا ہے۔ اگر وہ آپ کے بعد آپ کی اُمت میں سے کسی نبی کا منتظر ہے تو اس نے کونسی بڑی بات کہہ دی ہے۔ جبکہ یہ مفتی خود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسرائیلی نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آج تک منتظر ہیں۔ لیکن اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ انور علوی نے جو کچھ لکھا ہے غلط لکھا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انصاف و قانون کو بالائے طاق رکھتے ہوئے۔ ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔ ان کو تشدد کی دھمکیاں دی جائیں جیسا کہ دارالعلوم کے مفتی اور اس کے ساتھی وکیل نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ہم نے فی الحال انور علوی کے خلاف صرف فتویٰ کفر دیا ہے ہمیں تو اس کے خلاف بہت کچھ کہنا اور کرنا چاہیئے لیکن چونکہ ہمیں ان قانونی اڑچنوں کا علم ہے جن میں ہم پھنس سکتے ہیں لہذا ہم نے صرف فتویٰ کفر پر ہی اکتفا کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اندر ہی اندر بہت کچھ کھچڑی پک رہی ہے۔ اور معصوم مسلمانوں کو اُکسانے کا کام جاری ہے۔

... حکومت گجرات جو تاحال بقول وزیر اعلیٰ اس واقعہ کے قانونی پہلوؤں کا جائزہ لے رہی ہے۔ کو اس بات سے چوکس رہنا چاہیئے مبادا کسی معصوم شہری کی قیمتی جان ضائع نہ ہو۔ گجرات کے وزیر اعلیٰ ———— سے درخواست ہے کہ یہ فتویٰ اور اسی قسم کے دیگر فتاویٰ کفر پر دیر کرنا امن وامان کے لئے کافی بھاری پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے قانونی پہلو تو واضح ہیں۔ ان مفتیوں نے جو اپنا "اسلام" بنا رکھا ہے ان کے نزدیک وہ شخص جس پر مفتی فتویٰ کفر دے دے دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد کی سزا ان کے نزدیک قتل ہے پس ان کے خود ساختہ قوانین تو واضح ہیں۔

حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ان مفتیان کے فتوؤں کو بھانپ کر ان کے خلاف مناسب قدم اٹھانے چاہئیں۔ بصورت دیگر ہندوستان کا بھی وہی حال ہوگا جو ان فتوے باز مولویوں کی کارستانیوں کے نتیجے میں پاکستان کی گلیوں کا حال ہے، پاکستان کی مسجدوں کا حال ہے، پاکستان کے امام باڑوں کا حال ہے۔ ہر طرف خون ہی خون دہشت ہی دہشت گلیوں سے لے کر مسجدوں تک اور عدالتوں سے لے کر وہاں کی سعودی عرب سے گرانٹ یافتہ ملی ٹینسی پیدا کرنے والی "اسلامیہ یونیورسٹیوں تک۔

پہلے ہی وطن عزیز بہت سی مصیبتوں کا شکار ہے اور اب یہ کفر باز مولوی مسلمانوں کے فرقوں کو باہم لڑا کر ہندوستان میں بھی ایک نئی مصیبت کھڑی کرنا چاہتے ہیں۔ فتنہ و فساد پھیلا کر ایک طرف معصوموں کے خون سے ہولی کھیلنا چاہتے ہیں تو دوسری طرف اسلام کے مقدس نام کو بھی بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اسلام کی محبت رکھنے والے امن پسند مسلم عوام سے بھی ہماری درخواست ہے کہ ایسے فتوے جہاں پر بھی پڑھیں اور دیکھیں ان فتووں سے نفرت و بیزاری کا اظہار کریں اور ان مفتیان کو راہ ہدایت نصیب ہونے کے لئے بس دعا ہی کریں۔ ان کے دل اور عقلیں اس قدر گہنائی گئی ہیں کہ انہوں نے نہ صرف قرآن مجید کو چھوڑ دیا ہے بلکہ دین کو بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے۔ ان دنوں مسلمان مختلف قسم کے انتشار و بے چینیوں کا شکار ہیں۔ اتحاد و اتفاق کے فقدان میں گرفتار ہیں اس پر یہ لوگ مزید کلہاڑے چلا چلا کر رہی سہی کو بھی نیست و نابود کرنے پر تلے ہیں۔ اگر یہ دارالعلوم علوم کے پھیلانے تک محدود رہیں تو بہتر ہیں۔ بصورت دیگر یہاں سے اُٹھنے والے فتنوں کو ہرگز برداشت نہ کیا جانا چاہیئے۔

پھر بالآخر یہ بات بھی سوچنے والی ہے کہ اگر آج انور علوی کو نبی مانگنے پر کافر قرار دے کر خوف زدہ کیا جا رہا ہے تو یہ مفتیان عظیم صوفی و روحانی شاعر حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے۔ جنہوں نے صرف ایک نبی ہی نہیں مانگا بلکہ امت کے ہر فرد کو نبی بن جانے کی نصیحت کی ہے فرماتے ہیں ؎

فکر کن در راہ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر اُمتے

(مثنوی مولانا روم دفتر اول صفحہ ۵۳ شائع کردہ مولوی فیروز الدین)

ترجمہ:- نیکی کی راہ میں فکر کی ایسی تدبیر کر کہ تجھے امت کے اندر نبوت مل جائے۔

یہ مولوی اگر حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ اور آپ جیسے کئی اور بزرگوں کے دور میں ہوتے (جن کی فہرست لمبی ہے) تو یقیناً اُن کو بھی سُولی پر چڑھا دیتے اُف یہ جہالت! خدا بچائے ایسے درندہ صفت انسانوں سے!!

منیر احمد خادم

لے۔ جہاں تک کسی مسلمان کو غیر مسلم یا کافر قرار دینے کا تعلق ہے تو اس بارہ میں حال ہی میں کلکتہ ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ حکومت [illegible] انور علوی کی مدد کر سکتا ہے [illegible] جب تک کوئی مسلمان خود مشتہر نہ کرے کہ وہ اسلام کو چھوڑ رہا ہے [illegible] غیر مسلم کہہ کر اس کی مذمت کرے (یعنی کافر کہے) دیکھو A.I.R 1991 CAL 205 SYED FATEYAB ALI VS UNION OF INDIA)

بانی پولیمرز
کلکتہ ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز
43-4028-5137-5206
YUBA
QUALITY FOOT WEAR

ارشادِ نبوی
زِن وارجح
(تولو اور جھکتا تول)
(منجانب)
یکے از اراکین جماعت احمدیہ بمبئی

طالبانِ دعا
آٹو ٹریڈرز
AUTO TRADERS
۱۶ مینگولین کلکتہ ۷۰۰۰۱

خطبہ جمعہ

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرضوں کی دیانت کی ادائیں سکھائی ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرض کے معاملے میں اپنی سنت قائم فرمائی ہے اور نصیحتیں فرمائی ہیں وہ اتنی واضح ہیں کہ ان کے بعد سوسائٹی میں کسی قسم کے قرضے سے تعلق رکھنے والے دکھ باقی رہنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

دیانت سے بڑھ کر کوئی سرمایہ نہیں

از سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ ۹ دسمبر ۱۹۹۴ء بمقام مسجد فضل لندن

نوٹ:۔ درج ذیل خطبہ جمعہ ادارہ بدر "الفضل انٹرنیشنل لندن" کے شکریہ کے ساتھ اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔ (ادارہ)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں جماعت کی تربیت کی جو میں کوشش کر رہا ہوں اسی سلسلے کا آج کا خطبہ بھی ہے اور بعض احادیث کے حوالے سے معاشرے میں موجود خرابیوں کو دور کرنے کی سعی کی جائے گی۔ اللہ دلوں کو توفیق بخشے کہ ان عظیم نصائح کو جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سینے میں اتریں اور پہلے اس سے نور بن کر آسمان سے اتری تھیں، ان نصائح کی روشنی میں اپنے سینوں کی ظلمات کو دور کر سکیں۔ یہ جنگ روشنی اور اندھیرے کی جنگ ہے اور قرآن کریم اس مضمون کو اس طرح بیان فرماتا ہے جہاں فرمایا "جاء الحق و زھق الباطل" وہاں یہ مضمون ہے کہ جب صداقت کی روشنی آتی ہے تو جھوٹ کے اندھیرے بھاگ جاتے ہیں۔ "ان الباطل کان زھوقا" ان اندھیروں کے مقدر میں بھاگنے کے سوا ہے ہی کچھ نہیں۔ لیکن اندھیرے موجود ہیں نور آجائے تو سوال یہ ہے کہ جھوٹا کون ہے؟ وہ سینے جھوٹے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے نور مصطفوی کو سینے میں داخل تو کیا تھا مگر اندھیرے باقی رہے۔ لازماً وہ لوگ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر قرآن کی نصائح داخل ہوئیں، حدیث کی نصائح داخل ہوئیں اور پھر بھی وہ اسی طرح رہے جیسے پہلے تھے۔ پس اصل میں "ولکن تعمی القلوب" والی بات سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں دل اندھے ہوتے ہیں۔ روشنی آنکھ بظاہر دیکھتی رہتی ہے لیکن اس روشنی کا مفہوم دل کو سمجھ نہیں آتا۔ پس اندھے دلوں کے اندھیرے زائل اور باطل نہیں ہوا کرتے وہ اسی طرح باقی رہتے ہیں۔ پس اگر دل کو درست نہیں کریں گے تو ان نصائح کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ اندھے دلوں پر یہ نصائح پڑتی ہیں لیکن روشنی نہیں پہنچتی اور بظاہر آنکھ دیکھ بھی رہی ہے صاحب عقل، صاحب شعور لوگ دکھائی دیتے ہیں، تعلیم یافتہ بھی ہوتے ہیں ان میں سے، بے تعلیم بھی لیکن سمجھدار اور پھر بھی نصیحت سنتے ہیں اور اثر نہیں پڑتا۔ تو ان کی بات میں کر رہا ہوں ان کے لئے ہمیں دعا بھی کرنی چاہئے اور سمجھانے کی اس طرح کوشش کرنی چاہئے جیسے جھنجوڑ جھنجوڑ کے کسی کو جگایا جا رہا ہو۔ تعجب ہوتا ہے کہ بعض دفعہ اتنی مرتبہ نصائح کی جاتی ہیں۔ بعض دفعہ بعض جماعتوں کو مخاطب کر کے کہ دیکھیں آپ میں یہ کمزوری ہے ٹھیک کریں ورنہ آپ کا ایمان ضائع ہو جائے گا اور آپ کو جو خدا توفیق دے رہا ہے ماحول میں تبدیلی پیدا کرنے کی، اس سے محروم رہیں گے اور ان لوگوں کا گناہ بھی آپ کے سر ہوگا جو آپ کے اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے احمدیت کے فیض سے محروم رہ گئے۔ بہت لوگ سنتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو گانٹھوں کی طرح پڑے رہتے ہیں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اس وقت قرآن کریم کی اس آیت کا مفہوم سمجھ آتا ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں، دل اندھے ہو جاتے ہیں۔ پس اللہ ہی ہے جو اندھے دلوں کو بھی توفیق بخشے تو بخش سکتا ہے کہ جو کچھ وہ دیکھیں وہ دل کی آنکھ سے بھی دیکھ رہے ہوں اور جب دل کی آنکھ سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نور کو دیکھیں گے تو لازماً انسانی دلوں میں پاک تبدیلیاں پیدا ہوں گی۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے قرض سے متعلق بھی مختلف پہلوؤں سے نصیحت فرمائی ہے۔ اب بہت سے جھگڑے ہیں جن کا قرضوں سے تعلق ہے اور قرضوں کا جو معاملہ ہے وہ سب سے زیادہ پیچیدہ ہو جاتا ہے کیونکہ نیتیں لکھی نہیں جاتیں اور ہر شخص اپنی نیتوں کو مختلف بیان کرتا ہے۔ مثلاً بعض لوگ کہتے ہیں اس نے ہم سے قرض لیا تھا وہ واپس نہیں کر رہا اور جب بات کھولی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے اس قرض کے ساتھ منافع کے نام پر کچھ سود بھی وابستہ تھا اور جب سود ساتھ شامل ہو گیا تو اس کو قرض کہنا ناجائز ہے۔ یہ تو فاسد سودا ہے۔ اور پھر جب تحقیق مزید کی جاتی ہے تو بعض دفعہ پتہ چلتا ہے کہ تین لاکھ قرض لیا تھا، پینتالیس ہزار واپس کر بیٹھا ہے، مطالبہ تین لاکھ اور کچھ اور کا ابھی باقی ہے کیونکہ وہ درحقیقت منافع کے نام پر سود خوری تھی۔ اگر اس کو واقعۃً دیانتداری سے تجارتی قرضہ سمجھتے تھے یا سمجھتے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ نکلے گا کہ وہ شخص جو تقریباً کنگال ہوا بیٹھا ہے وہ ان کا دیندار ہی نہیں بنے گا کیونکہ تجارت کے معاملات اور ہیں اور سود کے معاملات اور ہیں۔ اگر آپ منافع کہنے پر مصر ہیں تو جس شخص کے پاس اپنی رقم منافع اور تجارت کے لئے لگائی تھی اگر اس کا مال ڈوب گیا ہے تو آپ کا بھی ڈوب گیا ہے، وہ الگ اوپر کھڑا نہیں رہا اس کے ساتھ ہی ڈوبا ہے وہ بھی، اس لئے وہ دین دار ہی نہیں بنتا۔ اسی لئے دونوں طرف پاؤں رکھنے کی کوشش کرکے

اپنی دیانتداری کے حوالوں کے ساتھ ہم نے بڑی محنت سے، حق حلال کی کمائی تھی ہماری جو یہ شخص غاصب لے کے بیٹھ گیا ہے۔ تو غاصب سے پوچھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اتنا وہ سود دے بیٹھا ہے منافع کے نام پر اور ابھی پوری رقم اور اس کے اوپر مطالبے جاری ہیں۔ تو میں ایسے لوگوں کو کہا کرتا ہوں کہ قضاء میں جاؤ اور قضاء سے فیصلہ کرواؤ کہ یہ کیا چیز تھی۔ اگر تم مصر ہو کہ یہ تجارت تھی تو پھر لازماً تمہیں اس نقصان میں شریک ہونا پڑے گا جس کو تم کہتے ہو اس سے قرضہ لیا تھا کیونکہ پھر تجارتی قرضے میں نفع نقصان کا انسان ذمہ دار ہوتا ہے اور اگر یہ سود تھا تو یہ حرام کام کیا ہے اور زیادہ سے زیادہ تمہیں اصل زر دلوایا جا سکتا ہے۔ لیکن چونکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ اصل زر تک معاملہ محیط رہے گا اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ لیکن جس کو تم نے منافع کے نام پر لیا تھا وہ اصل زر کی واپسی شمار ہوگی۔ تو اس قسم کے جھگڑے جو نیتوں کی خرابیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور تحریر میں نہیں آرہے ہوتے ان سے بہت نقصان پہنچتے ہیں۔ اور جہاں تک عام روزمرہ کا دستور ہے جس شخص میں قرض کی ادائیگی کی توفیق ہے اسے ضرور قرض ادا کرنا چاہئے اور لیت و لعل کرنا اور ٹالنا یہ بہت بڑے گناہ کی بات ہے اور اس سے ساری سوسائٹی میں ضرورت مند مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں کیونکہ یہ سوسائٹی کا اعتماد ہے جس کے نتیجے میں معاملات میں سہولت پیدا ہوتی ہے۔ اگر ایک سوسائٹی کے متعلق یقین ہے کہ یہاں قرضے واپس کئے جائیں گے، حسب توفیق واپس کئے جائیں گے اور سوسائٹی کا نام نیک ہو جائے تو پھر بڑی سہولت اور آسانی کے ساتھ غریبوں کی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں اور وہ ضرور واپس کرتے ہیں اور اس میں امارت اور غربت کا فرق نہیں ہے، دل کی شرافت کا فرق ہے۔

بعض ایسے غریب لوگ ہیں اور ایسی غریب قومیں ہیں جن کا بمشکل گزارہ ہوتا ہے لیکن جب بھی ان کو قرضہ دیا جاتا ہے ان میں سے کسی کو، وہ اپنے وعدے کے مطابق واپس کرتے ہیں خواہ ان کو اپنی تجارت بیچنی پڑے۔ اب غانا کا معاملہ ہے ابھی دو دن ہوئے ہیں میرے پاس ایک معاملہ پیش ہوا۔ غانا اور بعض غریب افریقن ملکوں میں ہم نے یہ سکیم شروع کی ہوئی ہے کہ جن لوگوں کو پاؤں پر کھڑا کرنا ہے ان کو پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے قرضہ دیتے ہیں اور سہولت دیتے ہیں کہ اپنی مرضی بتاؤ کب تک واپس کر سکو گے۔ تو ایک شخص جس کو قرضہ دیا گیا تھا اس کی مدت واپسی کی پوری آگئی اس نے ایک ایک پائی دلوا دی کیونکہ جو شرافت ہے یہ جب بولتی ہے تو اثر رکھتی ہے۔ ایک دیانتدار کی بات میں بڑی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر وہ نہ دیتا اور ٹالتا رہتا جیسا کہ ہمارے ملک میں اکثر پاکستان میں خصوصیت سے اور ہندوستان میں بھی عموماً یہ بات پائی جاتی ہے، ہندوستان میں عموماً میں نے اس لئے کہا ہے کہ مجھے ذاتی طور پر علم ہے لیکن پاکستان کو تو میں جانتا ہوں کہ قرضہ لیا واپسی کی نوبت ہی نہیں آرہی۔ صاحب توفیق بھی ہے تب بھی نہیں دے رہا اور اگر توفیق نہیں ہے تو پھر بھی ٹالتا ہے وقت کے اوپر آکر ذمہ داری کا نمونہ نہیں دکھاتا بلکہ اچھا جی آج نہیں کل دے دیں گے، کل نہیں تو پرسوں دے دیں گے اور جو ٹالنا ہے اس میں جھوٹ ہوتا ہے۔ اگر ٹالنے میں مجبوری ہو تو وہ ٹالنا قابل برداشت ہے لیکن جس ٹالنے میں پتہ ہے کہ میں نے نہیں دینا اس میں وہ پیچھے ڈالنے والی بات ہے اور وہ محسن جس بیچارے نے اپنی ضرورت کاٹ کر یا زائد میں سے کچھ رقم ایک دفعہ دے دی وہ ایسا اس کی نظر میں برا بن جاتا ہے کہ وہ گویا اس پر ظلم کرنے آرہا ہے۔ جب اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو اس کو آگے سے بڑی سختی سے جواب ملتے ہیں میرا پیچھا چھوڑو، نہیں ہیں اس وقت، میں نہیں دے سکتا۔ تو

بدتمیزیاں بھی ساتھ شروع ہو جاتی ہیں۔ تو چھوٹے چھوٹے معاملات میں اگر نیتیں گندی ہوں تو ساری سوسائٹی کے معاملات گند سے بھر جاتے ہیں تعفن پیدا ہو جاتا ہے ان میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ اسی بنا پر لڑائیاں بڑھیں اور بہت بڑھ گئیں اور مارکٹائیاں بھی ہوئیں کہ ایک شخص غریب نے قرضہ دے دیا تھا کسی کو، وہ مطالبے کے لئے جاتا رہا یہاں تک کہ اس کے بچوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو زدوکوب کیا کہ تم ہوتے کون ہو ہمیں تنگ کرنے والے۔

بہت سے جھگڑے ہیں جن کا قرضوں سے تعلق ہے اس قسم کے جھگڑے جو نیتوں کی خرابیوں سے تعلق رکھتے ہیں اور تحریر میں نہیں آرہے ہوتے ان سے بہت نقصان پہنچتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے جو قرض کے معاملے میں اپنی سنت قائم فرمائی ہے اور نصیحتیں فرمائی ہیں وہ اتنی واضح ہیں کہ ان کے بعد سوسائٹی میں کسی قسم کی قرض سے تعلق رکھنے والے دکھ کے باقی رہنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اسی سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں (یہ حوالہ البخاری سے لیا گیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، استطاعت رکھنے والے کا جب کہ سب کچھ موجود ہو قرض ادا نہ کرنا اور ٹال مٹول سے کام لینا ظلم ہے۔ جب تم میں سے کسی کا قرض کسی دولت مند کے ذمے لگایا جائے اور وہ اس بات کو مان لے کہ قرض وہ ادا کر دے گا تو قرض خواہ کو اس کی سپردگی اور حوالگی مان لینی چاہئے اور بے جا ضد نہیں کرنی چاہئے۔

اس میں دو باتیں ہیں اوّل یہ کہ اگر تمہارے پاس توفیق ہے تو پھر لازماً دو ورنہ تم ظالموں میں شمار ہو گے اور اگر توفیق نہیں ہے تو یہ کوشش کرو کہ کوئی ایسا شخص جو متمول ہو اور جس کو تم پر اعتماد ہو وہ ذمہ داری قبول کرے اور قرض خواہ کو یہ نصیحت فرمائی گئی ہے اس صورت میں کہ اگر وہ ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو تم یہ مان لیا کرو پھر اور تنگی نہ ڈالا کرو۔

ایسے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا خود اسوہ یہی تھا کہ ایک دفعہ مثلاً ایک یہودی نے آکر بہت سختی کی اور سخت کلامی کی یہاں تک کہا کہ آپ کے خاندان کا یہی طریق ہے پرانا کہ قرض لیتے ہیں واپس نہیں کرتے، اور خاندانی طعن آمیزی جو ہے آج کل بھی جاری ہے، پرانے زمانے میں بھی یہود کیا کرتے تھے اور حدیثوں میں رواج موجود ہے کہ ایسے موقع پر قرض خواہ پھر تنگ کرتا ہے اور گستاخی کرتا ہے۔ لیکن ایسے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت غصہ آیا۔ وہ موجود تھے اور انہوں نے تلوار پر ہاتھ ڈالا کہ ایسا بدتمیز اور بداخلاق جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے متعلق زبان کھول رہا ہے تو آپؐ نے فرمایا عمر! نہیں یہ نہ کرو۔ تمہیں یہ کرنا چاہئے تھا کہ مجھے حسن ادائیگی کی درخواست کرتے اور اس کو حسن طلب کا سلیقہ سکھاتے۔ کیسا پیارا کلام ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم جو سب دنیا کو دونوں باتیں سکھانے کے لئے آئے تھے عجز اور انکسار کا یہ عالم ہے اور اصل میں ہمیں سکھانے کی خاطر حضرت عمرؓ سے کہتے ہیں کہ مجھے نصیحت کرتے اور اس موقع پر جائز تھا کوئی حرج نہیں۔ تمہیں کہتے کہ یا رسول اللہ وقت کے اوپر دینا آپ ہی کی تعلیم ہے خدا نے آپ کو عطا کیا ہے اور خود کہہ کر یہ نصیحت مانگنا بتاتا ہے کہ ایک ادنیٰ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی طبیعت پر یہ گراں نہ گزرتا۔ مگر صحابہ کا ادب انتہا کرتا

تھا کہ جوں سے سکیتے ہو ان کو سکھانے کی کوشش تو نہ کرو کم سے کم۔

> جس شخص میں قرض کی ادائیگی کی توفیق ہے اسے ضرور قرض ادا کرنا چاہئے اور لیت و لعل کرنا اور ٹالنا یہ بہت بڑے گناہ کی بات ہے۔

تو دوسرے لفظوں میں جو بات آنحضورؐ نے بتائی وہ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ* جہاں تک طلب کرنے والے کا تعلق ہے اس کو نصیحت کرنا یہ جائز ہی نہیں تھا بلکہ ضروری تھا کہ اس سے کہا جاتا کہ دیکھو تم نے مطالبہ کیا ہے تمہارا مطالبہ پورا ہوگا لیکن یہ باتیں بنانا جائز نہیں۔ لیکن اس نصیحت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک ضامن وہاں سے لیا یہ نہیں فرمایا کہ یہ بعد میں دے گا فرمایا جاؤ اس کو ابھی دو اور جتنا حق ہے اس سے زیادہ دو۔ اب یہ بھی ایک نیا اسلوب داخل فرما دیا قرض لینے اور دینے کے معاملات میں کہ باوجود اس کے کہ گستاخی کر رہا تھا اس کے ساتھ کوئی سختی نہیں فرمائی بلکہ اس کو اور زیادہ دینے کی نصیحت فرمائی اور کہا یہ سچ کہتا ہے جو وقت تھا اس سے کچھ اوپر گزر گیا ہے۔ پس اگر توفیق نہیں ہے تو تب ایسے لوگ جن سے تمہارے تعلقات ہیں جن کو تم پر اعتماد ہے وہ ایسے موقع پر مدد کر سکتے ہیں اور فرمایا کہ جو قرض طلب کرنے والا ہے اگر ایسے موقع پر کوئی ضامن پیش کیا جائے خواہ وہ فوری ادائیگی نہ بھی کر سکے تو قرض کے طلب کرنے والے کے اوپر مناسب ہی ہے کہ وہ سہولت دے۔

پھر ایک موقعہ پر یہ فرمایا کہ اگر تم تنگی دیکھتے ہو تو ضامن کے بغیر بھی ویسے ہی سہولت دے دیا کرو۔ اگر کوئی شخص قرض لے بیٹھا ہے اور مشکل میں مبتلا ہے تو مطالبہ کرنے میں بھی سختی نہ کرو۔ تو ایک طرف ادائیگی کرنے والے پر ذمہ داری ڈالی کہ اگر تمہیں توفیق ہے تو لازماً ادا کرو۔ دوسری طرف مطالبہ کرنے والوں کو ادب سکھایا کہ ایسے موقع پر مطالبے میں سختی نہیں کرنی چاہئے بلکہ جہاں تک ممکن ہے ڈھیل دینے کی کوشش کرو۔ یہ باتیں اگر ایک سوسائٹی میں داخل ہو جائیں تو لازماً ضرورت مند کی جائز ضرورتیں قرضوں کے ذریعے پوری ہو سکتی ہیں اور قرضہ والے کو بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی با اخلاق انسان جتنا قرضہ لیا ہے اس سے بھی زیادہ واپس کر دے اور کسی سود کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سوسائٹی کے آپس کے معاملات آسان ہو جاتے ہیں جیسے کسی مشین کو LUBRICATE کر دیا ہوا بھی طرح اس میں مناسب تیل دے دیا جائے تو کل پرزے چلتے ہیں لیکن آواز تک نہیں آتی لیکن اگر یہ LUBRICATION کا انتظام نہ ہو تو چیخوں کی آوازیں، شور کی آوازیں، کھٹا کھٹ کی آوازیں آنی شروع ہو جاتی ہیں، مشینیں گرم ہو جاتی ہیں گرم ہو کے JAM ہو جاتی ہیں۔ تو سوسائٹیوں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی بد اخلاقیوں سے گرم ہوتی ہیں، شور اور چیخوں کی آوازیں ان سے پیدا ہوتی ہیں اور پھر ایک موقع پر آ کر ان کے معاملات رک جاتے ہیں اور روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ اقتصادی مشین کے پہیئے چلتے چلتے JAM ہو جاتے ہیں۔ جام ہونا اردو محاورہ ہے انگریزی میں رو جیسے ہو گئے لیکن اردو میں جام لفظ چلتا ہے آج کل۔ وہ جام ہو گئے یعنی پکڑے گئے خشکی کی وجہ سے ایک دوسرے سے رگڑ کر اب ان میں چلنے کی طاقت نہیں رہی کیونکہ پھر وہ موج بھی جاتے ہیں ان میں بعض ذرات اٹک جاتے ہیں تو واقعۃً وہ

مشین پھر چلنے کے لائق نہیں رہتی۔ پھر اس سے ساری قوم کو اقتصادی نقصان پہنچتا ہے۔ جن دلوں میں یہ اعتماد اونچا ہو قوم کا ان دلوں میں ساری قوم کی تجارت ترقی کرتی ہے۔

حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ آپ فقیہہ تھے اور فقہ کے مضمون میں جو آپ کو سربلندی اور بلند مرتبہ نصیب ہوا اس میں کوئی فقیہہ آپ کا شریک نہیں ہے۔ سب دنیا میں سب سے زیادہ ہر دلعزیزی آپ کو عطا ہوئی لیکن اس کے باوجود ایسے بڑے تاجر تھے کہ اس زمانے کے لحاظ سے کروڑپتی تھے اور وجہ ان کی دیانت تھی صرف، اور کچھ نہیں تھا۔ اس زمانے میں سوسائٹی میں دیانت ایک قدر تھی جس کی سب سے زیادہ قیمت پڑتی تھی اور دیانت واقعۃً ایک قدر ہے جس کی بہت بڑی قیمت پڑتی ہے۔ ایسی سوسائٹیوں میں بھی جہاں ایسے بحران آ جاتے ہیں کہ نوکریوں سے لوگوں کو باہر نکالا جاتا ہے۔ بسا اوقات بعض احمدی مجھے بتاتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ ہمیں نکالا نہیں بلکہ ترقی دے دی اور وجہ یہ بتائی کہ تم دیانتدار ہو۔ ہم جانتے ہیں ہمیں اعتماد ہے اس لئے زیادہ تعلیم یافتہ، اپنے ہم نسل کو تو نکال دیا مگر ایک دوسری قوم سے تعلق رکھنے والے دیانتدار کو نہیں نکال سکے کیونکہ اپنا نقصان تھا۔

ایک موقعہ پر مجھے پتہ لگا کہ ایک بہت امیر چینیوٹی خاندان ہے ان کا مطالبہ آیا ہے کہ ہمیں احمدی کارکن مہیا کرو تو مجھے انہوں نے خط لکھا کہ اس طرح ہم سے مطالبہ ہے ہم کریں یا نہ کریں۔ میں نے کہا ضرور کرو اور پتہ بھی کرو کیا بات ہے۔ مجھے علم تھا کہ کیا ہو گی لیکن میں سننا چاہتا تھا تو انہوں نے اپنے منہ سے صاف اقرار کیا کہ بات یہ ہے کہ میرا تجربہ ہے جب جتنے احمدی کارکن میں نے رکھے ہیں وہ غیروں کی نسبت زیادہ دیانتدار ثابت ہوئے ہیں اس لئے میرا کوئی احسان نہیں ہے بلکہ میری مجبوری ہے۔ اور انگلستان میں بھی ایک ایسی جگہ ہے، ایک ایسا ادارہ ہے جہاں احمدیوں کو صرف اس غرض سے رکھا جا رہا ہے کہ باوجود دینی مخالفت کے اور بڑے بھاری دینی دباؤ کے وہ مالک سمجھتا ہے کہ یہ زیادہ دیانتدار ہیں ان پر میں اعتماد کر سکتا ہوں دوسروں پر ایسا اعتماد نہیں کر سکتا۔ تو دیانت سے بڑھ کر کوئی بڑا سرمایہ نہیں ہے اگر دیانت ہو تو بے پیسے کے بھی انسان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور ایسے انسان پر دوسرا یقین کرتا ہے، اعتماد کرتا ہے۔ اس کو سرمایہ دے کر آگے بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اگر دیانت نہ ہو تو امیر سے امیر آدمی کا سرمایہ بھی اس کے کسی کام کا نہیں رہتا۔

پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جہاں قرضوں کا مضمون بیان فرمایا وہاں قرضوں کی دیانت کی ادائیں بھی سکھائی ہیں۔ اور دائرے کی اپنی اپنی ادائیں ہوتی ہیں۔ قرضوں کے دائرے میں اخلاق اور حسن خلق کا مضمون قرضوں سے تعلق کی وساطت سے بیان کیا جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے کوئی کونہ ایسا چھوڑا نہیں جہاں آپ نے روشنی نہ ڈالی ہو۔ تو مسلمانوں کے لئے پھر اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کا کیا موقع رہ جاتا ہے۔ اس کے باوجود اگر احمدیوں میں بھی کوئی ایسے ہوں جو اندھیروں میں ٹکریں مارتے ہیں اور پھر نقصان پہنچاتے ہیں، ہمیں ان کا گھٹنا ٹوٹتا ہے۔ نہیں وہ ٹھوکر کھا کر گرتے ہیں تو نور مصطفویؐ کو انہوں نے اندر آنے نہیں دیا۔ یہ میں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ یہ نور اور اس سے اندھیرے لازماً زائل اور باطل ہوتے ہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہ نور سینے میں داخل ہو جائے اور پھر اندھیرے باقی رہ جائیں۔ لیکن سینے میں داخل کرو اور اگر دل اندھیرے ہیں تو پھر

* (رضی اللہ عنہم)

دلوں کا علاج کرو اور وہ استغفار اور دعا سے ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ لیکن جماعت احمدیہ میں معاملات ایسے صاف ستھرے، ایسی عمدگی سے چلنے چاہئیں جیسے مشین بہت اچھی طرح LUBRICATED ہو اور ہر قسم کی اس کی حرکت کی ضرورتیں پوری کی جا رہی ہوں، جتنا تیل چاہئے وہ تیل بھی مل رہا ہو۔ جتنی طاقت درکار ہے وہ طاقت بھی مل رہی ہو تو ایسی سوسائٹی پھر خوب پنپتی ہے۔ اور ہمیں چونکہ اب ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں ایسے احمدیوں کی ضرورت ہے جو زیادہ خوشحال ہوں اور دلوں کی وسعت رکھتے ہوں، اعلیٰ دینی اخلاق سے مرصع ہو کر ان میں قربانی کا جذبہ ہو، قربانی کی تمنائیں ہوں تاکہ ترقی کی بڑھتی ہوئی ضرورتیں جماعت احمدیہ آسانی سے پوری کر سکے۔ ہوتی تو ہیں اور ہوتی رہیں گی مجھے یقین ہے لیکن وہ جو کمزور الگ بیٹھے ہیں وہ بھی شامل ہو جائیں گے لیکن اگر کوئی شخص ملتا ہے جو باوجود ان نصیحتوں کے اپنے قرضوں کے معاملات کو درست نہیں کرتا اور دیانتداری کو اختیار نہیں کرتا۔ یا مالی بددیانتی کا مرتکب ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق پھر مجھے مجبوراً یہ فیصلہ دینا پڑتا ہے کہ اس سے آئندہ کوئی چندہ وصول نہیں کیا جائے گا اور یہ بڑی محرومی ہے۔ جن کو سمجھ آجاتی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی دھکے کے نتیجہ میں سنبھل جاتے ہیں اور بعض اس دھکے کے نتیجے میں ٹھوکر کھا کر گر پڑتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں لیکن اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ پس جو قرضوں کے معاملات میں اور لین دین کے معاملات میں ابھی تک کمزوری دکھا رہے ہیں اور اپنے بھائی کے پیسے کی عزت اور قدر نہیں کرتے ان کو میں متنبہ کرتا ہوں کہ اب ہم نے بہت تیز آگے بڑھنا ہے اور اب ان کو ساتھ لے کر گھسٹنے کی طاقت نہیں ہے۔ نہ اتنا صبر ہے، نہ وقت کے تقاضے ہمیں اجازت دیں گے کہ ان کو ساتھ ساتھ انگلیاں پکڑ پکڑ کے ضرور آگے بڑھاؤ۔ نہیں رہتے تو پھر الگ ہو جائیں، ہمارا ساتھ چھوڑ دیں لیکن جماعت جس نے آگے سفر کرنے ہیں اور لمبے سفر کرنے ہیں اور تیز رفتاری سے آگے منزلیں طے کرنی ہیں ان کو تو اب ہلکے پھلکے وزن والے چاہئیں جو اس قسم کے بوجھوں سے آزاد ہوں یعنی ان کے ضمیر پر کسی قسم کے گند کے بوجھ نہ ہوں تاکہ یکسوئی کے ساتھ خدمت دین کر سکیں۔

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی قریب ہی جھگڑ رہے تھے ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ تھا، رگیں پھولی ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا میں ایسی بات جانتا ہوں کہ اگر وہ اس بات کو کہے تو اس کی یہ کیفیت جاتی رہے گی۔ یعنی اگر وہ کہے کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں دھتکارے ہوئے شیطان سے "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" تو اس کا غصہ جاتا رہے گا۔ اس پر لوگوں نے اس جھگڑنے والے شخص کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" پڑھے تو تیرا غصہ جاتا رہے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا پیغام ملتے ہی صحابہ فوراً سر تسلیم خم کرتے تھے اور اس طرح فساد کی جڑیں ہی ختم ہو جاتی تھیں یعنی نصیحت بے نام و نمود ہو جاتی تھیں۔ تو آج بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا حکم اسی طرح چل رہا ہے۔ آج بھی جو غلامی کے دعویدار ہیں تو پھر آج کیوں ان نصیحتوں کو من و عن ان پر عمل نہیں دکھاتے۔ غصہ بعض دفعہ دماغ کو پاگل کر دیتا ہے اور غصے میں جو انسان اقدام کر بیٹھتا ہے بعض دفعہ ساری عمر پچھتاتا ہے اور پھر بھی اس کا صحیح ازالہ نہیں کر سکتا۔

ایک دفعہ مجھے کسی نے لکھا کہ میں نے غصے میں اپنی ماں کو یہ بات کہہ دی تھی، معافی ہو گئی مگر آج تک میرے دل میں اس کی چبھن نہیں مٹ رہی۔ اپنی ماں کو میں نے کیوں ایسا کلمہ کہا۔ ایک دفعہ کسی نے اپنے باپ کے متعلق ایسا واقعہ لکھا اور پھر قتل بھی ہو جاتے ہیں لیکن غصے کی بیوقوفی کا جو داغ ہے وہ مٹتا نہیں۔ پھر قتل تو معاف ہو جاتے ہیں لیکن وہ داغ اپنے سینے سے نہیں مٹتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس کا بہترین علاج یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ کیا کرو "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" کہ میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان رجیم سے۔ تو غصے کو شیطان رجیم قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ غصے کی حالت میں بھاری امکان ہے کہ شیطان انسان پر قبضہ کر لے اور اس کا فعل شیطانی فعل بن جائے اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مانے یا نہ مانے یہ بات تو دنیا کا ہر انسان ماننے پر مجبور ہے کہ غصہ انسان کو شیطانی افعال پر مجبور کر دیتا ہے اور وہ اپنے قابو میں نہیں رہتا۔ تو بہت سے جھگڑے غصے کی وجہ سے بڑھ جاتے ہیں اور تو تکار شروع ہو جاتی ہے اور بہت سی گزری بے ہودہ باتیں آ جاتی ہیں بیچ میں۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے پھر وہ ایسے داغ لگا جاتا ہے کہ وہ پھر مٹتے نہیں ہیں اور جھگڑوں میں غصے کے نقصان دو چار نہیں بلکہ بہت ہیں، لاتعداد کہنا چاہئے جو افعال سرزد ہوتے ہیں ان کے بعد جو نتائج نکلتے ہیں ان میں پھر اکثر جھوٹ کے شیطان سے مدد مانگنی پڑتی ہے۔ وہ شیطان جو ایک دفعہ اتفاقاً تھوڑی دیر کے لئے آیا تھا وہ دائمی ساتھی بن جاتا ہے۔ چنانچہ غصے کی حالت میں جو حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جب ان پر کارروائیاں ہوں تو پھر اکثر یہ ملوث لوگ جھوٹ بولتے ہیں، جھوٹے گواہ بناتے ہیں، جھوٹے بہانے بناتے ہیں، اُفق ان کا ابھار رہتا ہے کہ اب میں کیا ترکیب کروں کہ جس کے نتیجہ میں اپنے فعل کی زد سے بچ سکوں اور ساری سوسائٹی گندی ہو جاتی ہے۔

پھر غصے میں جو جھگڑا چلتا ہے اس میں اکیلا انسان نہیں رہا کرتا۔ ایسے واقعات ہوئے ہیں کسی باپ کا کسی دوسرے شخص سے لڑائی ہو گئی ہے۔ بیٹا اٹھا ہے اور اس نے جا کے اس کے بیٹوں کو مارا یا اس کے باپ پر حملہ کیا اور پھر جتھے بنتے ہیں اور ایک دوسرے سے تعلق رکھنے والے گروہ در گروہ اپنی عزتوں کے معاملے بنا لیتے ہیں کہ ہم زیادہ طاقتور ہیں اور وہ کمتر ہے یا ہم زیادہ معزز لوگ ہیں اور وہ ذلیل ہیں۔ یعنی جو بھی ہو نفس کے جھگڑے، نفسانی بچے دیتے ہیں اور یہ خیال کر لینا کہ نفس کا جھگڑا وہیں ختم ہو جائے گا غلط ہے۔ نفسانی بچے جب پیدا ہوتے ہیں تو کئی شیطان اکٹھے ہو جاتے ہیں یعنی ایسے شیطان ہیں جو خود بچے دینے والے شیطان ہیں اور ان سے پھر پیچھا نہیں چھٹتا۔ بعض خاندانی جھگڑے لمبے عرصے تک نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی جماعتیں ہیں جن کو اللہ نے اپنے فضل سے بچا لیا ہے جن کے جھگڑے اس طرح ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں منتقل ہوئے، دوسری سے تیسری میں منتقل ہوئے اور خاندانوں نے اپنی عزت کا معاملہ بنا لیا اور ہر نصیحت کرنے والا ناکام ہو جاتا رہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچانا تھا ان کے آباؤ اجداد کی کوئی نیکیاں تھیں جو کام آئیں وہ بچ گئے۔ لیکن بعض ابھی تک نہیں بچ سکے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جو "اعوذ باللہ" کی نصیحت فرمائی ہے یہ بیماری کی جڑ اکھیڑنے والی نصیحت ہے۔ شیطان سے خدا کی پناہ میں آ جانے سے یہ سلسلے وہیں ختم ہو جاتے ہیں آگے بات نہیں بڑھتی۔

مؤطا امام مالک سے ایک حدیث ہے حضرت عطا بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ مصافحہ کیا کرو اس سے بغض اور کینہ دور ہو جائے گا۔ اب ہمارے ہاں تو مصافحے کا بہت رواج ہے ماشاء اللہ۔ لیکن بعض دفعہ یہ

ہوتا ہے واقعتہً کہ جس سے انسان کی طبیعت میں تردد ہو، کوئی بوجھ ہو، اس کی طرف مصافحے کا ہاتھ نہیں اُٹھتا۔ یہ ایک بہت گہری نصیحت ہے لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس سوسائٹی کو نصیحت کی جارہی ہے جس سے نفاق کی کوئی توقع نہیں ہے۔ اگر منافق مصافحہ کرے تو یہ نتیجہ نکلے گا بلکہ بعض دفعہ اور بد نتائج ظاہر ہو جاتے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جب فرمایا کہ مصافحہ کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں یا دلوں کی میل اُترتی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اپنی اُمت سے یہ توقع ہے بلکہ یقین ہے کہ وہ منافقت سے کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ اگر کسی شخص کے دل پر میل ہے اور باوجود اس کے آپ مصافحہ کرتے ہیں تو طبعًا دو ہی حالتیں ہوسکتی ہیں یا دل میں نفرت قائم رکھی ہوئی ہے تو یہ منافقت ہے اور یا پھر فیصلہ کرتے ہیں کوئی بات نہیں میرا بھائی ہے میں مصافحہ کرتا ہوں وہ مصافحہ دل کو ٹھنڈا کر دیتا ہے پس مصافحے میں بھی بڑی برکت ہے۔

اور دوسرا فرمایا اس سے آگے بڑھو تحفے دیا کرو۔ ایک دوسرے کو تحفے پیش کرو محبت بڑھے گی اور عداوتیں اور رنجشیں دور ہوں گی تو یہ بھی ایک بہت اچھا طریق ہے کہ تحائف کو رواج دیا جائے لیکن جب تحائف دئے جائیں تو پھر آگے سے کیا سلوک ہونا چاہئے۔ یہ تو نہیں کہ چپ کرکے تحفے وصول کرتے رہو اور سمجھو کہ بس ٹھیک ہو گیا، جزاکم اللہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہر مضمون جو چھیڑا ہے اس کے تمام پہلو بیان فرمائے ہیں۔

فرماتے ہیں کسی شخص کو کوئی تحفہ دیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کا بدلہ دے اگر وہ بدلہ دینے کی یعنی بعینہٖ واپس کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا یا کسی وجہ سے مناسب نہیں سمجھتا۔ بعض دفعہ اگر ویسی ہی چیز واپس کی جائے تو دوسرے کا دل شکنی ہوتی ہے، بجائے حوصلہ افزائی کے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میرا بدلہ اُتار دیا گیا ہے۔ تو ہر شخص کے اعلیٰ مزاج یا نسبتاً ادنیٰ مزاج کے مطابق سلوک ہوتا ہے۔ بعض کو تحفہ دینا ان کے لئے دل بڑھانے کا موجب بنتا ہے بعض پژمردہ ہو جاتے ہیں سمجھتے ہیں کہ اچھا جی ہم تو بڑے پیار سے لائے تھے کہ کچھ ہمارا احساس رہے گا لیکن یہ دے کر ہماری وہ بات ختم کر دی تو ان کا بھی علاج ممکن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تعریف کے رنگ میں اس کا ذکر کرے، اس کا شکریہ ادا کرے، کہے بہت اچھا ہے، بہت لطف آیا، بہت میرے دل میں اس کے نتیجے میں تمہارا پیار بڑھا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو گویا اس نے شکر کا حق ادا کر دیا۔ تو بدلے سے مراد بالکل مادی بدلے نہیں ہیں جہاں توفیق ہو وہ موقع اور محل کے مطابق فوری نہیں کسی وقت وہ بھی ضرور کرنا ہے لیکن اتنا کر دینا بھی اس نصیحت پر عمل درآمد کرنے کے مترادف ہے، اس کے عین مطابق ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرما رہے ہیں۔ کہتے ہیں شکریہ ایسے رنگ میں ادا کرے کہ تحفے والے کا دل خوش ہو جائے یہی اصل بات ہے۔ تحفے کے نتیجے میں دلوں کی خوشی درکار ہوتی ہے، وہی مقصود ہوتی ہے کہ اس کا دل اتنا خوش کر دو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ بدلہ اُتر گیا ہے۔

بعض دفعہ میرا تجربہ ہے بعض لوگوں کو تحفہ دیا جائے تو اتنا زیادہ شکریہ کا اظہار کرتے ہیں کہ آدمی شرمندہ ہو جاتا ہے یہ وہم بھی باقی نہیں رہتا کہ اس کے اوپر کچھ باقی چڑھا ہوا ہے انسان اس کے اظہار شکر کا ممنون ہو کر زیر بار ہو جاتا ہے۔ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی انسانی فطرت پر بہت گہری نظر تھی اور ایک دُنیا کے عظیم معلم کے طور پر لازم تھا کہ آپ کو فطرت کے گہرے راز سکھائے جاتے۔ پس ہر موقع اور محل کے مطابق اس کی مناسبت سے نصیحت آپ نے فرمائی ہے اور کوئی تعلیم اور تربیت کا پہلو باقی نہیں چھوڑا۔

فرماتے ہیں اگر کوئی اس کو چھپائے بلکہ ایسا کرے کہ تعریف کا کوئی کلمہ تک نہ منہ سے نکلے، تحفہ ملا ہے منہ بند کرکے، گونگا کر کے بیٹھ گیا ہے۔ بعض لوگوں کے مزاج میں ہوتا ہے شاید کہ ہمارا حق ہے کہ ہمیں تحفہ دیا جائے۔ تو فرمایا کہ اگر یہ بات ہو تو پھر اس نے شکر کا حق ادا نہیں کیا۔ اور جو بات ہے اس میں بھی میں نے دیکھا ہے مزاج مختلف ہیں۔ بعض لوگ ایسا مزاج رکھتے ہیں کہ ان کو اگر شکریہ کھلم کھلا ادا کیا جائے تو شرمندہ ہو جاتے ہیں اور حجاب محسوس کرتے ہیں لیکن جو تشکر ہے وہ بعض دفعہ چہرے سے ظاہر ہوتا ہے، اپنے انداز سے ظاہر ہوتا ہے۔ آئندہ کے سلوک اور معاملات سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ بھی اظہار تشکر ہے اور ہر شخص کی طبیعت کی لطافت اور اس کے مزاج کے مطابق شکریہ کا رنگ اختیار کرنا چاہئے۔ جو اس بات کے محتاج ہیں کہ کھلم کھلا شکریہ ادا کیا جائے لازمًا ان کو کھلم کھلا شکریہ ادا ہونا چاہئے۔ جن کے دلوں میں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص ممنون ہے اور اس سے زیادہ وہ بار برداشت نہیں کرسکتے ان سے وہی سلوک ہونا چاہئے جو ایسے حساس لوگوں سے واجب ہے جو فطرت چاہتی ہے کہ ہونا چاہئے۔

ایک اور حدیث ہے، مسلم کتاب الفضائل سے لی گئی ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ اشعری قبیلے کی خصوصیت بڑی قابل تعریف ہے۔ یہ ایک خصوصیت مراد ہے کہ جب جنگ میں ان کو تنگدستی کا سامنا کرنا پڑے یا اپنے شہروں میں اچانک ایسی خوراک کی کمی واقع ہو جائے کہ کچھ لوگ بالکل بھوکے رہ رہے ہوں اور کچھ کے پاس زیادہ ہو تو ایسی صورت میں وہ ہمیشہ اپنے ذخائر کو اکٹھا کر لیتے ہیں اور پھر برابر تقسیم کر دیتے ہیں۔ ”فی یوم ذی مسغبۃ“ یہ وہ یوم مسغبہ کی بات ہو رہی ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے نصیحت فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک اور قبیلے کے حوالے سے اس کا بیان فرمایا لیکن ساتھ آخر پر فرمایا دراصل ایسے ہی لوگ ہیں جو میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ تو یہ کسی اور سے آپ نے سیکھا نہیں تھا مزاج۔ یہ آپ کے اپنے اہم مزاج بات تھی کہ بے ساختہ ایسے لوگوں سے تعلق اور پیار پیدا ہوا کہ یہ تو میرے جیسی سوچ سوچتے ہیں اور اس بات کا ثبوت کہ یہی بات تھی۔ ایک غزوے کے موقع پر ملتا ہے کہ جہاں خوراک کی کمی محسوس ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ جو کچھ جس کے پاس ہے وہ سب ہی لے آئے چنانچہ وہ سب اکٹھا کر دیا گیا اور پھر برابر تقسیم کر دیا گیا اور اس میں ایسی برکت پڑی کہ وہ سخت تنگی اور فاقے کا وقت تھا جو سب پر اچھا گذر گیا، آسانی سے وہ مشکل طے ہو گئی۔

تو یہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اپنا فعل تھا لیکن چونکہ قبیلے میں یہ بات پائی جاتی تھی اس لئے اس قبیلے کا حوالہ دے دیا، اس کی تعریف فرما دی اور یہ بھی بہت بڑے دل کی بات ہے۔ یہ آپ کی سخاوت قلبی کا پتہ چلتا ہے۔ امر واقعہ ہے کہ ان سے نہیں سیکھا تھا لیکن اس خیال سے کہ اگر میری طرف ہی بات رہے تو وہ بھی تو ایسا کیا کرتے ہیں۔ ان کا ذکر خیر کہاں چلے گا۔ تو ہمیشہ کے لئے ان کا ذکر خیر محفوظ فرما دیا یہ کہہ کر کہ اس قبیلے میں یہ بڑی خوبی پائی جاتی ہے اور آخر پر اس طرح لطیف رنگ میں راز سے پردہ اُٹھا دیا ہے کہ جو ایسا کرے

وہ میرا ہے، جیسا اس کا ہوں۔ وہ مجھ میں سے ہے میں اس میں سے ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ یہ پہلے سے دل میں باتیں تھیں تبھی وہ قبیلہ اپنا لگا ہے اس سے سبکی نہیں ہیں اور یہ بہت اہم بات ہے۔ بعض دفعہ قومی ضرورتوں میں ایسا کرنا پڑتا ہے اگر روزمرہ کی زندگی میں نہیں ہو سکتا تو بعض ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں مثلاً جنگ کے حالات اور کسی وقت کوئی کرائسس آجاتا ہے تو ایسا کرنا پڑتا ہے اور اس کی بہت برکت ہوتی ہے۔

ایک دفعہ ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی ترکیب کو استعمال فرمایا اور بہت لطف اٹھایا ہم نے۔ جلسے کے موقع پر ایک دفعہ نانبائیوں کا جھگڑا ہو گیا تھا یا کوئی مشکل پیش آگئی تھی تو پتہ چلا کہ جتنے مہمان ہیں ان کی دو دو روٹی فی کس کے حساب سے جو فارمولا ہے اس کے مطابق روٹی نہیں دی جا سکتی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ سارے ایک روٹی کھائیں گے آج۔ میں بھی کھاؤں گا میرے بچے بھی سارے ایک روٹی کھائیں گے اور مہمانوں نے بھی کہا ہم بھی سارے ایک روٹی کھائیں گے اور وہ روٹیاں اس دن کم ہونے کی بجائے اتنی بچ گئیں کہ رات کی زائد ضرورت بھی اس سے پوری ہو گئی۔ تو بہت برکت والی نصیحتیں ہیں یہ، اور آج کل بھی جو ہمارے قومی مسائل ہیں ان کو حل کرنے میں بہت اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کوئی اس وقت تک مومن نہیں رہ سکتا جب تک وہ دوسرے کے لئے بھی وہی چیز پسند نہیں کرتا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یعنی اگر اپنے لئے آرام بھلائی چاہتا ہے تو دوسرے کے لئے بھی ایسا ہی چاہے۔ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ بتایا تھا کہ بعض احادیث میں مسلم کا لفظ آتا ہے۔ اور اس سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ گویا یہ اخلاق مسلمانوں کے مسلمانوں سے روابط ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی ایک مسلمان کے لئے یہ چاہنا چاہئے لیکن وہاں بھی میں نے وضاحت کی تھی کہ بہت سی ایسی احادیث ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ ہر انسان سے ایسا سلوک کرے۔ تو مسلم کہہ کر جب فرمایا گیا ہے تو یہ توقع ظاہر کی گئی ہے کہ کم سے کم اتنا تو کرو کہ اپنے بھائی جن کو تم بھائی کہتے ہو اور بھائی سمجھتے ہو ان سے تو ایسا سلوک کرو اگر ان سے نہیں کرو گے تو پھر غیروں سے کیسے کر سکو گے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ ان سے کر کے بیٹھ جاؤ اور تسلی پا لو کہ ہاں ہم نے حق ادا کر دیا۔ تو سمجھانے کے انداز ہیں اور دوسری احادیث جو عام ہیں وہ ظاہر کر رہی ہیں کہ یہ معنی بالکل درست ہے۔ چنانچہ یہ مومن والی حدیث بھی انہی احادیث میں سے ہے جن کا فیض عام ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ مومن وہ ہے جو دوسرے مومن کے ساتھ ایسا سلوک کرے۔ آپؐ نے فرمایا ہر ایک سے ایسا سلوک کرے وہی مومن ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو جو کچھ بھی اپنے لئے چاہتا ہے ویسا ہی اس کے لئے چاہے۔ انسان اپنے لئے یہ تو نہیں چاہتا کہ کوئی آئے اور میری عزتوں سے کھیلے، کوئی آئے اور میرے مال سے کھیلے، میرے ساتھ ظلم کا سلوک کرے۔ پس اپنے نفس کے حوالے سے جو انسان چاہتا ہے اس کو اگر دوسرے کے لئے چاہے تو ساری سوسائٹی امن میں آجائے گی اور یہاں مومن امن دینے والا بھی ہے۔ یعنی مومن کے معنی ہیں ایمان لانے والا اور مومن کا دوسرا معنی ہے امن دینے والا۔ اسی طرح مسلم کے معنے بھی حسب حالات بدلتے ہیں اور یہ گنجائش ان لفظوں میں موجود ہے۔ تو فرمایا کہ اصل امن دینے والا دنیا کو وہ شخص ہے جو جیسا اپنے لئے چاہتا ہے ویسا ہی دوسرے

اپنے بھائی کے لئے چاہے اور اپنے سکھ دکھ کو ان کے ساتھ بانٹے۔

ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ابن ماجہ سے لی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھاتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر حملہ کرتا ہے تو حملہ آور مسلمان نہیں رہتا) یہ تشریح ترجمہ کرنے والے نے لکھی ہے الفاظ صرف یہ ہیں کہ "من حمل علینا السلاح فلیس منا" جو ہم پر ہتھیار اٹھاتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس حدیث کو سمجھنے کے لئے یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر مسلمان ہوتے ہوئے کون ہتھیار اٹھا سکتا تھا۔ اور جو اٹھاتا تھا وہ تو آپ میں سے تھا ہی نہیں۔ تو یہ کہنے میں کیا حکمت ہے۔ اصل میں اس میں بہت سے معانی پوشیدہ ہیں۔ اوّل یہ ایک پیشگوئی کا رنگ رکھتی ہے۔ مسلمانوں پر ایک ایسا بدنصیب وقت آنے والا تھا کہ جب کہ خوارج نے مسلمانوں پر حملہ کرنا تھا اور ہتھیار لے کر نکلنا تھا اور ہم سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نمائندہ ہیں۔ اگر پیشگوئی کا رنگ دیا جائے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت "ہم" کے دائرے کے نیچے تھے "ہم" کے سائے کے نیچے تھے۔ وہ شخص جو میرے اور میرے نمائندوں پر حملہ آور ہوگا اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اس لئے ایسے لوگوں کا نام خوارج رکھنا بالکل مناسب اور درست تھا اور ارشاد نبوی کے مزاج کے عین مطابق تھا۔

دوسرا اس کا معنی روزمرہ کا یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ وہ شخص جو ظلم کی راہ سے حملہ کرتا ہے وہ باہر ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہدایت اور آپ کی سنت کے تابع رہتا ہے اور پھر اس پر حملہ ہوتا ہے وہ "ہم" کے سائے میں آجاتا ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا مسلمان جو ایسے مسلمان شخص پر حملہ آور ہو جو میری سنت کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہے اس سے کسی کو کوئی دکھ نہیں پہنچتا، کوئی اس نے کسی پر ظلم نہیں کیا، لوگوں کی بھلائی میں رہتا ہے، ایسا شخص اگر کسی دوسرے بظاہر مسلمان کا نشانہ بنتا ہے تو میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اعلان ہے کہ اس کا میرے سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ تو اپنے معصوم بھائی کو ناجائز دکھ دینا یہ اس حدیث کی رو سے دکھ دینے والے کو صرف دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا بلکہ ایک ایسے انداز سے خارج کرتا ہے جو بہت زیادہ تکلیف دہ انداز ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ کہنا کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہیں بہت بڑی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس مضمون کو قیامت کے دن کے حوالے سے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ عام طور پر تو سزائیں دی گئی ہیں کہ اس کو جہنم کی سزا ملے گی، فلاں سزا ملے گی، لیکن بعض جو بہت ہی بدنصیب لوگ ہیں ان کے متعلق فرمایا اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا، ان پر نظر نہیں ڈالے گا۔ تو یہ بہت بڑی سزا ہے، عام سزا سے بڑھ کر روحانی رشتہ توڑ لیا جائے اور انسان کہے میرا تم سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہاں اس کو غیر مسلم تو قرار نہیں دیا لیکن یہ فرمایا ہے یعنی اگر یہ معنے لئے جائیں تو یوں کہیں گے کہ یہ کہنے کی بجائے کہ وہ مسلمان نہیں رہتا فرمایا میں اس کا نہیں ہوں، وہ میرا نہیں ہے، مجھ سے کٹ گیا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے کٹ گیا اس کا ایمان کہاں رہنا ہے۔ اس کا اسلام کہاں رہنا

ہے لیکن اس کو زک دینے کا انداز ایسا ہے جو بہت زیادہ تکلیف دہ ہے پس اپنے بھائی پر کسی قسم کی زیادتی سے باز رہنا لازم ہے۔

تیسرا حملہ ایسا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر اس زمانے میں بھی ہوا کرتا تھا۔ وہ زبان کے ہتھیار ہیں، بدتمیزی اور بدخلقی کے ہتھیار ہیں، ان سے بعض بدنصیب اس زمانے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر حملہ کر دیا کرتے تھے اور نظام پر حملہ کیا کرتے تھے۔ ایک موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو یہ فرمانا پڑا کہ "من عصی امیری فقد عصانی ومن عصانی فقد عصی اللہ" جس نے میرے امیر سے نافرمانی کا طریق اختیار کیا ہے اس نے مجھ سے نافرمانی کا طریق اختیار کیا ہے، تو وہی مجھ سے کاٹنے والا مضمون بالکل کھل کر سامنے آ گیا۔ یعنی یہ مراد نہیں کہ تم براہ راست مجھ پہ حملہ آور ہو۔ یاد رکھو جو میرے مقرر کردہ نظام پر حملہ کرتا ہے اس سے بھی میرا تعلق کٹ جاتا ہے، میں اس کا نہیں رہتا۔ تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں جی ہم تو فلاں عہدیدار کو کہہ رہے ہیں۔ فلاں شخص کو کہہ رہے ہیں، آپ کو تو نہیں کہہ رہے۔ تو ان کو میں یہی جواب دیتا ہوں کہ مجھے آپ کہیں یا نہ کہیں رسول اللہؐ کی بات میں مانوں گا۔ آپ یہ محسوس کیا کرتے تھے اور دیکھیں حمایت کتنی بڑی ہے۔ اپنے مقرر کردہ عہدیدار کے حق میں ناانصافی کا تعلق تو آپ کا تھا ہی نہیں کسی کی مجال نہیں تھی کہ کسی کا حق مارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس کی حمایت فرمائیں۔ یہاں حمایت کا مضمون بتا رہا ہے کہ وہ شخص جس پر لوگ زبانیں دراز کرتے ہیں باوجود اس علم کے کہ میرا مقرر کردہ ہے وہ مجھ پر زبان دراز کرتا ہے۔ اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے زیادتی کی ہے۔ اگر زیادتی کی ہے تو اس کا علاج موجود ہے۔ زیادتی کی اطلاع اس کو کرنی چاہئے جس نے مقرر کیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ یہ نکتہ اس طرح کھولا کہ بعض وہ لوگ جو پیغامی ذہنیت رکھتے تھے اور بعد میں فتنے کے بعد کھل کر پیغامیت میں داخل ہو گئے ان لوگوں میں سے بعض نے حضرت خلیفۃ المسیح الاول پر بھی اعتراض کئے اور کہا کہ یہ دیکھو یہ تو بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کو پتہ ہی نہیں چل رہا کہ اچھا کون ہے اور برا کون، ناجائز حمایت کر رہے ہیں ایک نوجوان کی (حضرت مصلح موعودؓ مراد تھی) تو اس قسم کی باتیں جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو پہنچیں تو آپ نے فرمایا۔ دیکھو تم نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا ہے اب تم میں اختیار ہی نہیں ہے کہ میرے اوپر زبانیں دراز کرو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ بڈھا اس عمر میں آ کر اپنا توازن کھو بیٹھا ہے، غلط کام کر رہا ہے۔ تو جس نے مجھے بنایا ہے اس کے پاس شکایت کرو۔ اگر تم سچے ہو تو مجھے وہ واپس بلا لے گا لیکن تمہیں حق نہیں دے گا کہ تم زبانیں کھولو اور تم میرے سامنے گستاخی سے پیش آؤ۔ اب کتنا اہم نکتہ ہے اور کتنا گہرا نکتہ ہے جو صرف خلافت سے تعلق نہیں رکھتا پورے نظام جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔

جس شخص نے محسوس کیا کہ اس سے زیادتی ہوئی ہے اس کا فرض ہے کہ اس کی معرفت، اس کے وسیلے سے وہ خلیفہ وقت تک اپنی درخواست پہنچائے اور جہاں بھی کبھی ایسے شخص کی زیادتی ثابت ہوئی ہے کبھی اس سے نرمی کا سلوک نہیں ہوا کیونکہ اس نے ایک اور پر ظلم کیا ہے۔ اس لئے خلیفہ وقت اس وقت اپنے آپ کو معافی کا مجاز ہی نہیں سمجھتا وہ لازماً اس کے شر سے باقی جماعت کو بچاتا ہے۔ تو جب یہ علاج موجود ہو تو پھر بدتمیزی اور بدزبانی کا جواز کہاں باقی رہ جاتا ہے۔ پھر اگر کوئی کرتا ہے یہ کارروائی نہ کرے اور اپنے ہاتھ میں اپنے بدلے لے لے

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا یہ حکم اس پر بھی لگے گا کہ جس نے ہم پر ہتھیار اٹھائے تو وہ مجھ سے نہیں ہے نہ میں اس سے ہوں، نہ وہ مجھ سے ہے۔ تو بسا اوقات اسی حضرت محمد رسول اللہؐ کی نصیحت کی روشنی میں میں پھر لکھ دیا کرتا ہوں کہ یہ بات ہے تو اخراج تمہارا جماعت سے ہو یا نہ ہو لیکن میرا تم سے کوئی تعلق نہیں، تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر بعضوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے بعض ویسے ہی جو بھٹکتے رہتے ہیں۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح بظاہر چھوٹے دائرے سے بھی تعلق رکھتی ہوں تو جب آپ ان پر غور کرتے ہیں تو ان کا دائرہ فیض پھیلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ان کا دائرہ اثر وسیع ہوتے ہوتے بہت وسعت اختیار کر جاتا ہے اور ہمارے اس زمانے کے مسائل بھی کو حل نہیں کرتیں جو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ظاہری جسمانی زندگی کا زمانہ بھی تھا بلکہ آپ کے تمام روحانی زندگی کے زمانے سے آپ کی نصائح تعلق رکھتی ہیں۔

اب غصے میں ایک انسان کسی دوسرے سے لڑ پڑتا ہے تو اس کے متعلق آنحضورؐ نے کیا فرمایا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا۔ جب دو مسلمان تلواریں لے کر ایک دوسرے سے لڑنے لگیں گے ان میں سے کوئی قتل ہو جائے گا تو قاتل و مقتول دونوں آگ میں جائیں گے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس بات کو سن کر صحابہؓ کو بھی تعجب ہوا اور ان میں سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ قاتل کو تو آگ میں جانا ہی چاہئے لیکن مقتول کیوں آگ میں جائے گا۔ آپ نے فرمایا وہ بھی تو اپنے مدمقابل کے قتل کا آرزومند تھا۔ اب یہ صاف ظاہر ہوا کہ یہ جو نصیحت ہے ہر محل پر نہیں آ رہی ایک خاص محل سے تعلق رکھتی ہے۔ جہاں دونوں لڑ پڑیں اور دونوں تلواریں نکال لیں۔ وہی بھی دونوں ذمہ دار ہیں اور اگر ایک پر کوئی حملہ آور ہوا ہے اور وہ اپنے دفاع کے لئے مجبور ہے اس کا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فرمایا دونوں طیش میں آئے۔ دونوں لڑ پڑے پھر کون مرا یہ اتفاقی حادثہ ہے مگر گناہ میں دونوں برابر کے شریک تھے۔ مرنے والا بھی اپنے اس جرم کی پاداش میں سزا دیا جائے گا اور جس نے قتل کر دیا ہے اس کو تو سزا ملے گی ہی۔ پس لڑائی کے وقت یہ بات ضروری ہے کہ اگر تو آپ کلیۃً معصوم ہیں تو پھر آپ کی لڑائی کا گناہ خدا کے نزدیک آپ پر نہیں ہے۔

لیکن حضرت آدمؑ کے بیٹے نے ایک اور مثال قائم فرما دی جو خدا کو ایسی پسند آئی کہ قیامت تک کے لئے اس کا ذکر محفوظ فرما دیا۔ اس کے اپنے بھائی نے جب اس کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے کہا کہ میں دفاع نہیں کروں گا۔ یعنی دفاع کا ایسا حق نہیں ہے جو لازم ہو کہ ضرور استعمال کیا جائے اور اس نے بتا دیا کہ اس میرے دفاع نہ کرنے کے نتیجے میں لازماً خدا کا عذاب تجھ پر پڑے گا اور میں بالکل کلیۃً بری الذمہ ہو جاؤں گا یعنی اپنی موت قبول کر لی بہ نسبت اس کے کہ خدا کے عذاب کی RISK لے یعنی یہ خطرہ مول لے کہ خدا کی ناراضگی کا مورد بنے۔ تو احتیاط اسی میں ہے کہ ہر خدا کی ناراضگی کے موقع سے انسان بچنے کی کوشش کرے، خواہ اپنا کچھ نقصان بھی ہو جائے۔ ایسے بھی گذرے ہیں جو نبی نہیں تھے لیکن جان کا نقصان برداشت کر لیا لیکن خدا کی ناراضگی کا خطرہ مول نہ لیا۔ تو اللہ تعالیٰ جماعت کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نصائح کو سمجھنے کی توفیق بخشے اور دلوں کو روشن کرنے کی توفیق بخشے۔ ایسے اندھے دلوں پر یہ بات نہ پڑے جس پر تالے پڑے ہوتے ہیں اور روشنی کی رمق اندر نہیں جاتی

ہمیں بہت ضرورت ہے اصلاح معاشرہ کی اور یہی ہماری ساری طاقت ہے یعنی دعاؤں کے بعد اصل طاقت ہمارے معاشرے کے حسن کی طاقت ہے یہ حسن ہمیں نصیب ہو جائے تو لازماً ہم نے دنیا پر غالب آنا ہے کوئی دنیا کی طاقت روک نہیں سکتی۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا۔ نماز جمعہ اور اس کے بعد نماز عصر کے بعد آج کل چونکہ دن بہت چھوٹے ہو گئے ہیں اور ابھی عصر کا وقت شروع ہو چکا ہے یعنی اس وقت سے آدھ گھنٹے پہلے سے عصر کا وقت شروع ہو چکا ہے۔ اس لئے چھوٹے دنوں میں ہم جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز کو جمع کرنے پر مجبور ہیں۔ تو عصر کی نماز کے بعد ایک نماز جنازہ غائب ہوگی جو عزیزہ ساجدہ حمید کی نماز جنازہ غائب ہے۔ عام طور پر تو میں عام جنازوں کے ساتھ غائب جنازے پڑھ دیا کرتا ہوں لیکن اس ملک میں انہوں نے ایک ایسا عظیم کارنامہ کیا ہے جس کی وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ نمایاں طور پر ان کی نماز جنازہ ادا کی جائے۔ اور اس میں ساری دنیا بھی دعاؤں میں شامل ہو جائے گی یعنی نماز جنازہ تو ہمارے ساتھ نہیں پڑھ سکتی مگر دعا میں شامل ہو جائے گی۔ میں جب انگلستان میں آیا ہوں تو شروع شروع میں ان دونوں میاں بیوی، ڈاکٹر حمید اور ساجدہ نے مجھے لکھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم واپس چلے جائیں کیونکہ یہاں پوری طرح دل بھی نہیں لگ رہا اور کام بھی ٹھیک سیٹ نہیں ہو رہے۔ تو ہمیں اجازت دیں کہ ہم واپس چلے جائیں۔ ان کو میں نے کہا خاص طور پر ساجدہ کو مخاطب کر کے کہ تم کیا پیچھے چھوڑ کر جاؤ گی۔ کوئی تم نے جماعت نہیں بنائی۔ خالی ہاتھ تمہیں یہاں سے بھجوانے کو میرا دل نہیں چاہتا۔ اس لئے چلے جانا مگر تھوڑی دیر کے لئے ٹال دو اس فیصلے کو اور کوشش کرو، خدا تمہیں توفیق دے یہاں جماعت قائم ہو جائے۔ اس کے نتیجہ میں دونوں بہت سعید فطرت تھے۔ تبھی تو یہ ابھی، انہوں نے فوری فیصلہ کیا کہ ہم جب تک یہاں جماعت قائم نہیں کر لیں گے ہم نہیں جائیں گے اور پھر جماعت قائم کرنے کی جب توفیق ملی تو پھر جانا کہاں جانا تھا۔ اپنے روحانی بچے، ان کی روحانی ماں بنی ہوئی۔ ایسی تربیت ان کی کی اور اتنا پیار رکھا ہے کہ ان کے وصال کے بعد سارے جو ملنے والے وہاں گئے تھے جنازہ میں شامل ہونے مجھے وہ بتاتے ہیں کہ والہانہ محبت کا اظہار تھا ان انگریزوں کی طرف سے جنہوں نے ساجدہ کے ذریعہ سے اسلام قبول کیا اور بہت اچھی تربیت اور انگلستان میں ایک ہی جماعت تھی ابھی تک شاید ایک ہی ہو جس میں انگریزوں کا غلبہ تھا اور غیر ملکی نسبتاً کم تھے اور بہت ہی اچھی تربیت یعنی جہاں انگریز اقدار کو جو جائز ہیں قربان کئے بغیر اسلامی اقدار کو اس طرح اپنا لیا گیا کہ بہترین امتزاج تھا اللہ کے فضل کے ساتھ۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسلام نے یہاں انگریزیت مٹا دی ہے۔ انگریزیت کی اچھی باتیں بہت سی ہیں وہ اسی طرح قائم تھیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ حسین ہو گئیں۔ اور اسلام کی اچھی اقدار بھی سب اپنے اندر سمیٹ لیں۔ تو یہ وہ وجہ ہے جس کی وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ اب جمعہ اور عصر کی نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ پڑھائی جائے۔ چونکہ انہوں نے بعد میں مجھے لکھوا دیا کہ اب ہمارا جانے کو دل نہیں چاہتا اس لئے نعش کا سوال ہوا کہ کہاں دفنائی جائے تو میں نے ڈاکٹر حمید سے کہا کہ وہیں دفنائیں۔ اسی سرزمین کا اب حق ہے کہ ان کو اپنے پاس رکھے۔ تو انشاء اللہ عصر کی نماز کے معاً بعد عزیزہ ساجدہ کی نماز جنازہ ہوگی۔

SENIOR MEDICAL OFFICER
AHMADIYYA HOSPITAL
P.O. BADIAN PIN 143516
DIST - GURDASPUR PUNJAB

سینئر میڈیکل آفیسر قادیان

انعامی تحریری مقالہ

نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے سال ۹۶-۱۹۹۵ء کے لئے ذیل کے مضامین میں سے کسی ایک پر انعامی مقالہ لکھے جانے کی تحریک کی جاتی ہے۔ اوّل۔ دوم۔ اور سوم آنے والے کے لئے وعلی الترتیب

-/100 RS اور -/70 RS اور -/50 RS کے انعامات مقرر کئے گئے ہیں۔

فضائل قرآن و عالمی شریعت
فریضہ تبلیغ اور ہماری ذمہ داریاں
تحریک وقف نو اور ہماری ذمہ داریاں

شرائط مقالہ

۱۔ مضمون مقالہ کم از کم دس ہزار الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ مقالہ اردو یا انگریزی زبان میں ہو۔
۲۔ مضمون میں حوالہ جات مستند اور سند کے ساتھ ہونے چاہیئیں۔
۳۔ مقالہ نویس کو صرف ایک مقالہ تحریر کرنا ہوگا۔ ایک سے زائد مقالہ بھجوانے پر یہ مقالہ مقابلہ میں شامل نہیں ہوگا۔
۴۔ مقالہ نظارت میں بھجوانے کے بعد اس کی واپس کا مطالبہ قابل قبول نہ ہوگا۔
۵۔ مقالہ کے جملہ حقوق نظارت کے حق میں محفوظ ہونگے کسی مقالہ نگار کو اس کی از خود اشاعت کی اجازت نہیں ہوگی۔
۶۔ مضمون۔ مقالہ صفحہ کے نصف حصہ میں خوشخط تحریر کیا جائے۔
۷۔ مقالہ جات کے بارہ میں نظارت کا فیصلہ آخری ہوگا۔
۸۔ مقالہ جات نظارت میں مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۹۶ء تک پہنچ جانے چاہیئیں۔ اس کے بعد موصول ہونے والے مقالے انعامی مقابلہ میں شامل نہ ہونگے۔

زیادہ سے زیادہ احباب و طلباء و طالبات سے اس انعامی مقالہ کے مقابلہ میں حصہ لینے کی درخواست ہے۔ اس علمی مقابلہ میں حصہ لینے میں کسی عمر یا تعلیم کی قید نہیں ہے۔
مقالہ بذریعہ رجسٹری ڈاک بنام "نظارت تعلیم" صدر انجمن احمدیہ قادیان کے پتہ پر ارسال کیا جائے۔

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان)

ضرورت ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احمدیہ شفاخانہ قادیان کے لئے ایک ANAESTHESIST ڈاکٹر کی منظوری عنایت فرمائی ہے جو ڈاکٹر صاحبان ANAESTHESIA کی ٹریننگ حاصل کر چکے ہوں یا کر رہے ہیں اور خدمت دین کا جذبہ و خدمت سلسلہ کا جذبہ ہو اور وقف کی روح رکھتے ہوں وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
M B B S تعلیم یافتہ ڈاکٹر صاحبان اگر ANAESTHESIA میں ٹریننگ یا HOUSE JOB کرنا چاہیں تو اس صورت میں اگر وہ بعد ٹریننگ احمدیہ شفاخانہ میں کام کرنے کیلئے تیار ہوں تو ایک سال کیلئے مبلغ -/2500 روپے الاؤنس بھی انہیں مل سکتا ہے۔ مخلص دوست اس سے فائدہ اٹھائیں اور جلد از جلد اپنے تمام کوائف بتوسط صدر یا امیر جماعت سینئر میڈیکل آفیسر احمدیہ شفاخانہ کو درج ذیل پتہ پر ارسال کر کے ممنون فرماویں۔
نوٹ ۱:۔ لیڈی ڈاکٹر کو ترجیح دی جائے گی۔
نوٹ ۲:۔ ٹریننگ الاؤنس صرف ایک سال کے لئے دیا جائے گا۔

دوسری قسط

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" سے

دلچسپ مجلس سوال و جواب

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۹۵ء میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بعض عمومی سوالات کے جوابات دیے یہ دلچسپ سلسلہ سوال و جواب ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے۔ اسے مکرم یوسف سلیم ملک صاحب نے مرتب کیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء — (ادارہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا پروگرام لے کر آئے۔

ایک غیر از جماعت دوست کا سوال انہی کے الفاظ میں پیش ہوا اور وہ یہ تھا کہ جماعت احمدیہ کہتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے۔ آپ کو آخری نبی مانتی ہے۔ اور دوسرے قرآن مجید ہی کو اپنی دینی کتاب مانتی ہے تیسرے اسی شریعت کو مانتی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی تو سوال یہ ہے کہ پھر حضرت مرزا غلام احمد صاحب کیا پروگرام لے کر آئے اور ان کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اگر ان کے پاس کوئی نیا پروگرام نہیں تھا تو دعویٰ کس بات کا؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ جو پروگرام والی بات ہے پہلے اس کو لیتے ہیں۔ مولوی مودودی صاحب ایک پروگرام لے کر آئے ہیں اور یہ جو دعوت فکر اور ختم نبوت کی مجالس ہیں اور اہل حدیث کی نئی نئی مجلسیں ہیں یہ سب پروگرام لے کر آ رہے ہیں۔ تو کیسے پروگرام لا رہے ہیں جب کہ قرآن وہی ہے، سب کچھ وہی ہے۔ تو اگر ان کا دعویٰ بھی وہی ہے جو ہمارا ہے تو پروگرام کیسے ہو رہے ہیں۔ اصل میں پروگرام لانے میں تو ان کو اعتراض ہے ہی نہیں ورنہ ان سب سے قطع تعلق کر لینا چاہیئے۔ جو پروگرام کی باتیں کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے سائل کو اعتراض اس بات پر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو خدا نے مہدی بنا کر کیوں بھیج دیا ہے۔ جہاں تک ان کے سوال کا تعلق ہے یہ صرف ان کی لفاظیاں اور قلم کاریاں ہیں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

بات یہ ہے کہ یہ سوال ہم سے جو آج کر رہے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں نہیں کرتے جنہوں نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ عجیب بات ہے کہ پیغام دیا ہے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جب ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اور آپ کی شریعت کے تابع ہیں، اور آپ کو آخری صاحب شریعت اور صاحب حکومت سمجھتے ہیں تو ہمارے لئے چارہ ہی نہیں سوائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات مان جائیں۔ پس ہم جب یہ مانتے ہیں کہ مہدی نے آنا تھا وہ آ گیا ہے تو ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں مان رہے ہیں ہم نے یہ سوال اٹھایا ہی نہیں کہ کیوں آئے گا، آمنا و صدقنا، جو آپ نے فرمایا وہ درست ہے۔ پس وہ جو نہیں مانتا اس سے پوچھیں یا جو انتظار کر رہا ہے اس سے پوچھیں کہ کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات صحیح ہو گی۔ اگر کہتے ہیں غلط ہے تو امت مسلمہ کا آج کل جو حال ہے تو پھر یہ کیا چیز ہے۔ اگر کسی پروگرام کی ضرورت نہیں، کسی نئی جد و جہد کی ضرورت نہیں ہے تو آج جو ابتر حال نظر آ رہا ہے یہ کیا چیز ہے۔ کیا کراچی کی گلیوں میں اسلام کھیلا جا رہا ہے اور سندھ کے ڈاکوؤں کے پاس شریعت نازل ہو رہی ہے۔ وہ کیا بات ہے کہ جہاں تک اخلاقی گراوٹ کا تعلق ہے آج پاکستان کو بدترین ملکوں میں شمار کیا جا رہا ہے۔ کسی کی حرمت نہیں رہی۔ ہر شخص اپنے آپ کو بے انصاف محسوس کر رہا ہے۔ جیسے گویا انصاف کی چادر اس کے اوپر سے اٹھ گئی ہو۔ ظلم و ستم اور تعدی، بچوں کے اغوا اور زمینداروں کی تھانیداروں کے ساتھ مل کر حکومتیں اور بیچارے زمیندار جو نہتے ہیں ان پر اور ان کی بیٹیوں پر طرح طرح کے مظالم روزمرہ کا دستور بن چکا ہے۔ اور یہ ان کے نزدیک اچھی باتیں سمجھی جاتی ہیں کہ الحمد للہ اسلام جاری ہو گیا ہے تو پھر اور کیا چاہتے ہیں۔ اگر اسی پر راضی ہیں تو پھر راضی ہیں ان بدبختوں سے بچانے کے لئے تو امام مہدی نے آنا تھا۔ لیکن اس نے نیا دین لے کر نہیں آنا تھا۔ یہ درست ہے ہاں نیا دین مٹانے کیلئے آنا تھا یہ جو لوگوں نے نئے دین بنا لئے ہیں کہ جو مرضی کرتے پھرو صرف مرزائیت کے خلاف ہو جاؤ۔ قادیانیت کا قلع قمع کرو تو سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس قسم کی جہالتیں دور کرنے کے لئے امام مہدی نے آنا تھا۔ انسان اپنے ایمان سے نہیں بلکہ ایمان کی اپنے عمل سے تصدیق کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔ جن قوموں کے دعوے ایمان کے ہیں اور ان کا عمل جھٹلا رہا ہے وہ مومن نہیں رہے۔ یہ اعلان تھا امام مہدی کا اور اس اعلان کے بعد اس نے ایک ایسی جماعت کی تعمیر کرنی تھی جو باقی مسلمانوں کے مقابل پر ایک ایسی منظم جماعت ہوتی ہو جو ایک ہاتھ پر اکٹھی ہونے والی، ایک ہاتھ پر اٹھنے اور بیٹھنے والی خدا کی راہ میں قربانیاں کرنے والی، زندگی پیش کرنے والی، اموال پیش کرنے والی، اسلام کی روح کے حق میں عالمی جہاد کرنے والی اور دشمنان اسلام کے حملوں کا زبردست دفاع کرنے والی ہوتی۔ یہ اس نے کام کرنا تھا جو ہم کر رہے ہیں۔ اب اس میں کون سی (باقی مسلسل صفحہ ۱۲ پر)

طالبان دعا: محبوب عالم ابن محترم حافظ عبد المنان صاحب مرحوم

M/s NISHA LEATHER

SPECIALIST IN: LEATHER BELTS, LEATHER LADIES AND GENTS BAG, JACKETS, WALLETS ETC.

19A, JAWAHARLAL NAHRU ROAD

CALCUTTA-700081

Star CHAPPALS

PHONE: 543105

WHOLLESELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS, 105/661, OPP, BLOCK NO7, FAHIMABAD COLONY KANPUR-1 PIN-208001

C.K.ALAVI

RABWAH WOOD INDUSTRIES

MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM 679339 (KERALA)

TIMBER LOGS SAWN SIZE

TEAK POLES & WOODEN FURNITURE

FOR

DOLOO SUPREME

CTC TEA IN 100 GMS & 200 GMS POUCHES

Contact:

TAAS CO

P-48-PRINCEP STREET:- CALCUTTA 700072

PHONES. 263287 279302

ایسی نئی بات ہے جو آپ سمجھیں کہ قرآن کے علاوہ ہے اور اس میں کون سی ایسی بات ہے جس کی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن میں ہے، یہ ساری باتیں وہ ہیں جو قرآن میں موجود ہیں، اور ان میں سے ہر ایک کی ضرورت ہے۔

پس چھوڑی ہوئی اور بھولی ہوئی باتوں کو دوبارہ یاد کروا کر ان پر عمل کروانا ہی بہت بڑا جہاد کو چاہتا تھا اور ایک ایسے لیڈر کا تقاضا کر رہا تھا جو اللہ سے تائید یافتہ ہو اور اسے غیر معمولی قوت نصیب ہو ورنہ اور کون ہے آپ میں سے جو اس طرح ایک جماعت بنا کر دکھا دے۔ سب مصنوعی اور مکینیکل جماعتیں ہیں۔ مودودی جماعت جو کچھ بھی ہو ان کے پیسوں کے انتظامات ہیں کہیں سے کوئی حکومت حصہ ڈال رہی ہے کہیں سے کچھ کر رہی ہے کہیں کھالیں جبرا جبرا کر لوٹ کے پیسے جمع کر رہے ہیں اور جو ان کے کارکن ہیں وہ پیسے کھا کر خدمت کرتے ہیں، پیسے دے کر خدمت نہیں کرتے۔ جب کہ جماعت احمدیہ اپنی جان اور مال دونوں پیش کرتی ہے۔ یہ جماعت پیدا کرنے والا آپ میں سے کون ہے؟ دکھائیں تو سہی۔ اگر امام مہدی نہیں ہیں تو پھر جس حال کو آپ پہنچ گئے ہیں اس سے پھر بدتر ہی ہوں گے اور کیا ہو سکتا ہے۔

ملائیت کے فتنے سے قوم کو بچانے کی ایک الہامی دعا

دعا اور بددعا میں فرق کے بارہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا جسکو بددعا لگتی ہے اس کو پتہ چلتا ہے مگر بعض دفعہ دعا اور بددعا اکٹھی بھی ہو جاتی ہیں۔ جب میں نے کہا تھا کہ قوم کے لئے دعا کرو کہ مولوی برباد ہو جائیں یعنی قوم کے حق میں دعا کرو کہ فلاں برباد ہو جائے تو وہ دراصل ملائیت کے فتنے سے قوم کو بچانے کی دعا تھی۔ اس پر سائل نے عرض کیا کہ یہ تو بددعا ہو گئی۔ حضور انور نے فرمایا اگر کسی کے حق میں یہ دعا کی جائے کہ اس کے جراثیم مر جائیں تو یہ دعا ہے یا بددعا ہے؟ سائل نے جواباً عرض کیا کہ جراثیم کے حق میں تو بددعا ہے۔ حضور نے فرمایا میں بھی یہی کہہ رہا ہوں کہ بعض دفعہ ایک شخص کی دعا کسی اور کے لئے بددعا کا تقاضا کرتی ہے۔ جب آپ صحت کی دعا کرتے ہیں تو آپ کو خیال نہیں آتا کہ کتنے بدبخت جراثیم بیچارے اس دعا کے نتیجہ میں مارے جاتے ہیں۔

سائل نے "اللھم مزقھم کل ممزق و سحقھم تسحیقا" کی دعا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔ مگر میری نظر میں یہ ایک ایسی خوفناک بددعا ہے کہ انسان سن کر کانپ اٹھتا ہے۔ جب کہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ گالیاں سن کے دعا دو۔ تو اب ہمیں یہ کہا گیا ہے بار بار یہ دعا کرو یا بددعا کرو۔ حضور نے فرمایا کس کے لئے؟ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو قوم کی جڑوں میں بیٹھے ہوئے ہیں جن کی موجودگی میں قوم دوبارہ زندہ ہو ہی نہیں سکتی۔ جن کی وجہ سے ملک کا یہ حال ہو گیا ہے کہ ملک پارہ پارہ ہو رہا ہے تو ان پارہ پارہ کرنے والوں کو آپ بددعا نہ دیں، گالیاں سن کے دعا کے تابع اور جو پارہ پارہ ہو رہے ہیں ان بیچاروں کا کیا قصور ہے۔ پس وہ ہاتھ جو قوم کو پارہ پارہ کرتے ہیں ان کے پارہ پارہ کرنے کی دعا جو ہے یہ ایک مجبوری کی بددعا ہے۔ دراصل اس میں دعا کا معنی ہے کہ اے خدا! ہماری قوم کو ان بدبختوں سے بچا جنہوں نے قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ ان بدبختوں سے بچا جنہوں نے اسلام کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور اسلامی اقدار کے حلیے بگاڑ دیئے ہیں۔ اس لئے یہ ایسی دعا ہے جو ایک پہلو سے بددعا ہے اور دوسرے پہلو سے دعا ہے مگر بددعا کا پہلو مجبوراً داخل ہے اس کے بغیر چونکہ دوسرا پہلو ہے اس پر دعا لگ ہی نہیں سکتی۔

دوسرے یہ کہ یہ الہامی دعا ہے۔ کسی نے از خود فیصلہ نہیں کیا۔ ہم ۱۸۹۴ء کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس دعا کا خیال آیا۔ چونکہ ۱۹۸۲ء سے لے کر اب تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے مختلف ادوار ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے چلتے دیکھے ہیں تو اس لئے مجھے خیال آتا رہا کہ ہر سال کے جو سو سال پہلے کے الہامات ہیں ان پر بھی نظر ڈالوں۔ اس میں ہو سکتا ہے ہمارے لئے کچھ حکمتیں پیش نظر ہوں جس سے ہم فائدہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء کے الہامات میں یہ نظر آیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرما رہا ہے کہ اب تو ان لوگوں پر بددعا کر۔ چنانچہ آپ کو یہ دعا الہاماً سکھائی گئی۔ پس اس پہلو سے مجھے خیال آیا اور دل پوری طرح یقین سے بھر گیا کہ اس دور کے مولویوں کے لئے اب یہ دعا کرنا لازم ہو گیا ہے ورنہ قوم اب بچتی نہیں۔ اس سے حضرت نوحؑ کا واقعہ یاد آ جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ کو بھی خدا تعالیٰ نے خود بددعا کرنے کی تلقین فرمائی کہ ان لوگوں نے اب فاسق فاجر کے سوا بچے نہیں جننے۔ جنہوں نے ایمان لانا تھا وہ تجھ پر ایمان لے آئے ان کی نسلوں نے ایمان نہیں لانا ——— جب حضرت نوحؑ نے اللہ کے اذن کے مطابق یہ معلوم کر لیا کہ اب یہ قوم ایسی ہے کہ ان کے لئے بددعا لازم ہو گئی ہے۔ تو آپ کی دعا ساری قوم کے لئے گویا بددعا تھی۔ لیکن میں نے یہ سوچا تھا کہ بجائے اس کے کہ قوم اس حال کو پہنچ جائے کہ وہ ساری کی ساری برباد ہو جائے کیوں نہ برباد کرنے والے ہاتھوں کے خلاف بددعا کی جائے۔

ضروری اعلان

ماہنامہ خالد ربوہ عنقریب سلسلہ احمدیہ کے جید عالم مفتی سلسلہ اور سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم کی سیرت و سوانح پر ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ لہٰذا تمام احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اگر آپ کے پاس

۱۔ مکرم ملک صاحب مرحوم کی کوئی تحریر یا تصویر ہو اور آپ اس کی اشاعت مناسب سمجھتے ہوں تو نظارت ہذا کو ارسال فرمائیں۔ انشاء اللہ بعد کارروائی آپ کی مرسلہ تحریر یا تصویر بحفاظت آپ کو واپس بھجوا دی جائیگی

۲۔ اگر آپ مکرم ملک صاحب مرحوم کے بارہ میں مضمون بھجوانا چاہتے ہوں تو ۳۰ جون سے قبل بھجوا دیں۔ حضرت ملک صاحب کے بارہ میں خواہ ایک ہی واقعہ کیوں نہ ہو ضرور لکھیں۔ یہی آپ کی طرف سے اس بزرگ عالم سلسلہ کے لئے ایک خراج تحسین ہوگا۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

اعلانِ معافی

احباب جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم مشہود احمد صاحب گجراتی ابن مکرم غلام قادر صاحب درویش قادیان کو حضور انور نے ازراہ شفقت اخراج از نظام جماعت کی سزا معاف فرما دی ہے۔

(ناظر امور عامہ قادیان)